اَربابِ مدارِس کیلئے چند معروضات

کوئی بھی ذی شعور شخص اس حقیقت کا منکر نہیں ہے کہ دینی مدارِس کا وجود، اسلامی معاشرے کے قیام و استحکام کیلئے اَزبس ضروری ہے اور مدارس اپنی تعداد اور معیار کے اعتبار سے، معاشرے کی دین و مذہب سے وابستگی کا پتا دیتے ہیں۔ مدارس معاشرے کی فلاح وصلاح کا کام کرتے ہیں اور افرادِ معاشرہ میں سے چنیدہ عناصر کی کردار سازی کرکے، انہیں معاشرے کا ایک فعال رکن اور مفید شہری بنانے میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے ہیں۔ اگر دینی تعلیم کے معاشرتی سطح پر مثبت نتائج برآمد نہ ہو رہے ہوں تو اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ مدارس کے نظام ونصاب میں اصلاح کی اَشد ضرورت ہے، اور اس میں برگشتگی کی کوئی بات نہیں کیونکہ دنیا کے ہر مہذب ادارے اور زندہ نظام میں، تبدیلیٔ حالات کے ساتھ ساتھ، ترمیم و اِصلاح کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ مدارس کا معاملہ چونکہ خاصا حساس ہے لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تبدیلی کی نوعیت کیا ہوگی اور اس کا آغاز کہاں سے کیا جانا چاہئے؟ تاکہ ضرورت بھی پوری ہو جائے اور مدارِس کا علیحدہ تشخص اور شناخت بھی برقرار رہے۔ ذیل میں ہم ابتدائی طور پر چند اصلاحات کو نکات کی صورت میں پیش کر رہے ہیں، اگرچہ یہ مدارس میں رائج اور نافذ ہیں تاہم ان میں تنظیم اور اِصلاح کی ضرورت ہے:

① ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے مدارِس کی درجہ بندی کی جانی چاہئے۔ خاص طور پر حفظ کے مدارس الگ ہونے چاہئیں اور ان میں صرف مقامی طلبہ ہی کو داخلہ ملنا چاہئے تاکہ وہ اپنے والدین کے زیرِ سایہ رہ کر تربیت پاسکیں، جبکہ اِقامتی درسگاہوں میں صرف وہی طلبہ رہیں جو عمر، علم اور عقل کے اعتبار سے اپنے نفع ونقصان کے مالک ہوں اور اپنا خیال خود رکھ سکیں۔ اسی طرح حفظ کے پروگرام میں اَدعیہ ماثورہ، اَذکارِ مسنونہ اور طریقۂ نماز بھی شامل ہونا چاہئے۔

② تعلیم ایک سہ طرفی عمل ہے جس میں اُستاد، طالبِ علم اور والدین شریک ہوتے ہیں۔ والدین اور اَساتذہ کا باہمی ربط تعلیمی عمل میں بہت معاوِن ثابت ہوتا ہے۔ انتظامیہ کی طرف سے، طلبہ کی تعلیم کے متعلق والدین کو مکمل آگاہی ہونی چاہئے۔ بے قاعدہ، غیر سنجیدہ اور بدمحنت طلبہ کی نشاندہی بھی اسی صورت میں ممکن ہے۔ جو طالبعلم پڑھائی میں دلچسپی نہ لے رہا ہو یا جس کا ریکارڈ تسلی بخش نہ ہو، اس کو تنبیہ کرنے اور موقع دینے کے بعد خارج کر دینا چاہئے کیونکہ ایسا طالبعلم والدین کے نقصان، مدارس کی بدنامی اور اپنی تباہی کے درپے ہے۔

③ معلوم نہیں کیوں، دینی مدارس میں تعلیمی سال کی ابتدا ماہِ شوال سے ہوتی ہے؟ حکومت کے ساتھ تعلیمی سال شروع کرنے میں آخر کون سی چیز مانع ہے؟ میرے خیال میں اس سے مدارس کے نظامِ تعلیم پر زَد پڑتی ہے۔ جن مدارس میں داخلہ ایک محدود مدت تک ہوتا ہے میٹرک کے بعد اُن میں داخلے کے خواہشمند طلبہ، ظاہر ہے سالانہ

امتحانات کے بعد سے لے کر، ماہِ شوال کی آمد تک کا عرصہ ضائع کرتے ہیں، عین ممکن ہے کہ اس دورانیے میں دینی تعلیم کے حصول کا جذبہ ماند پڑ جائے اور وہ مدارس کا رُخ نہ کریں۔ اور جن مدارس میں تاریخ داخلہ محدود نہیں ہوتی اور سکول کے امتحانات کے بعد بھی داخلے کی گنجائش ہوتی ہے ان میں تعلیمی سال کا دوران ہونے کی وجہ سے، نو آمدہ طلبہ کو کافی محنت درکار ہوتی ہے اور اساتذہ کو بھی دورانِ کلاس پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نتیجہ واضح ہے کہ ذہن رسا کے باوجود بنیادیں پختہ نہ ہونے کے باعث، یہ طلبہ اپنی کمزوری دور نہیں کر پاتے۔ لہٰذا بہتر ہوگا کہ مدارس میں تعلیمی سال کا آغاز بھی، عصری تعلیم کے مطابق ہی کر دیا جائے۔

④ مدارس کا ایک اہم مسئلہ اساتذہ کی تقرری کا ہے۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ ذاتی تعلق یا صلاحیت کی بنیاد پر، سندِ فراغت حاصل کرنیوالے طالبعلم کو اربابِ مدارس کی طرف سے تدریس کی پیش کش کر دی جاتی ہے۔ یہ نامناسب رویہ ہے کہ علومِ شرعیہ کے انتقال کیلئے کسی موزوں شخصیت کا انتخاب نہ کیا جائے۔ یہ تسلیم ہے کہ ہمارا دور قحط الرجال کا دور ہے اور تدریس کیلئے مطلوبہ افرادِ کار کی دستیابی ایک مشکل مرحلہ ہے، لیکن چند اقدامات کے ذریعے سے اس کو حل کیا جاسکتا ہے کہ سندِ فراغت پانے کے بعد جو لوگ شعبۂ تدریس سے منسلک ہونا چاہیں ان کیلئے یک سالہ تدریسی کورس کو لازمی قرار دیا جائے اور وفاق کی طرف سے معلمانہ کورس کی تشکیل و تدوین کیلئے قدم اُٹھایا جائے، اگر سر دست یہ ناممکن ہو تو اوپن یونیورسٹی کے بی ایڈ پروگرام سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

⑤ اساتذۂ کرام کے مابین نصابی کتب کی تقسیم کار کا مسئلہ بھی نہایت اہم ہے۔ کوشش کی جانی چاہئے کہ ہر اُستاد کو اس کی دلچسپی، تخصص یا تجربہ کی بنیاد پر اسباق دیئے جائیں۔ ہمارے ایک ماہر استادِ گرامی کی رائے میں معلم پہلے سال طلبہ سے ایک کتاب پڑھتا ہے۔ دوسرے سال آدھی کتاب پڑھتا اور آدھی پڑھاتا ہے جبکہ تیسرے سال میں وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اب کماحقہ استاد بن کر طلبہ کو کتاب پڑھا سکے۔ لیکن اگر ہر سال استاد کو نئی کتاب پڑھانے کیلئے دی جائے تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ استاد کی تمام عمر پڑھتے ہوئے گزر جائے گی اور اُسے پڑھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ بہرحال نصابی کتب کی تقسیم کے وقت استاد کی عمر، رجحان، تجربہ اور تخصص کو مدِنظر رکھا جانا چاہئے۔

⑥ مدارس کے امتحانی طریقۂ کار میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ انشائیہ طرزِ امتحانات نے تعلیمی نظام تباہ کر کے رکھ دیا ہے، اس سے منتخب سوالات کے مخصوص جوابات پر مشتمل گیس اور نوٹس کی بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں ممتحن کے ذاتی رجحان اور ذوقِ طبع کی وجہ سے پورا سال فضول پھرنے والا بھی، ایک محنتی طالبعلم پر بازی لے جاتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ ششماہی یا سالانہ کی بجائے ہر ماہ معروضی طرز کا امتحان لیا جائے، بالخصوص مختلف موضوعات سے متعلق فتویٰ کے طریقے پر سوالات پوچھے جائیں تا کہ طلبہ کی ذہنی استعداد اور ذوقِ اجتہاد کو جلا ملے اور محنتی اور بدمحنت طالبعلم کیلئے میزانِ امتیاز بھی قائم ہو سکے۔

⑦ مدارس میں ایک اہم مسئلہ چھٹیوں کا بھی ہے۔ چونکہ مدارس رہائشی درسگاہیں ہوتی ہیں جہاں قیام کا مکمل اہتمام کیا جاتا ہے اور طلبہ و اساتذہ ملک کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں گھر جانے کیلئے چھٹیاں درکار ہوتی

ہیں۔ طالبعلم گھر جائے یا اُستاد، اس سے تعلیمی عمل یکساں متاثر ہوتا ہے، لہٰذا بہتر ہوگا کہ ماہوار چھٹیوں کا نظام جاری کیا جائے اور ہر مہینے کے آخری ہفتے میں تین دِن کیلئے چھٹی کر دی جائے۔ اس سے نصاب بھی مکمل ہو جائے گا اور ماہوار امتحانی نظام کو بھی تقویت ملے گی۔

⑧ ایک مسئلہ اساتذۂ کرام کی رہائش کا ہے۔ باوجودیکہ مدرسہ کی عمارت میں گنجائش ہوتی ہے اور انتظامیہ کی طرف سے اس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، لیکن اکثر اساتذۂ کرام اپنی رہائش باہر رکھتے ہیں۔ اگر اساتذۂ کرام مدرسہ میں رہائش اختیار کریں تو اس کے بہت سے فوائد ہیں، کیونکہ اُستاد اور شاگرد کا تعلق وقتی اور عارضی نہیں بلکہ دائمی اور ہمہ وقتی ہوتا ہے، طالبعلم تعلیمی اوقات کے علاوہ بھی اُستاد کے عمل اور کردار سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اگر طلبہ ۲۴ر گھنٹے اساتذۂ کرام کی زیرِنگرانی گزاریں تو اُن کے بے شمار مسائل خوش اُسلوبی سے حل کیے جاسکتے ہیں، علاوہ بریں باعمل اساتذۂ کرام کی موجودگی غیرمحسوس برکت اور روحانیت کا باعث بھی ہے، لہٰذا اساتذۂ کرام کو اپنا زیادہ وقت طلبہ کی سرپرستی کرنے میں گزارنا چاہیے۔

⑨ مدارس میں نمازِ فجر کے بعد سونا طلبہ کی فطرتِ ثانیہ بن چکا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے وقتِ صبح کیلئے خیر و برکت کی دُعا فرمائی ہے۔ چونکہ طلبہ نمازِ فجر کے بعد سو جاتے ہیں لہٰذا تعلیمی اوقاتِ کار میں بھی بشاشت کے بجائے کاہلی و سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ مدارس میں اسمبلی کا اہتمام کیا جائے جس میں تلاوتِ کلامِ پاک، ترجمۂ حدیث، اجتماعی حاضری اور ضروری اعلانات وغیرہ کو شامل کیا جائے۔ مناسب ہوگا کہ یہ کام کسی اُستاد کی زیرِنگرانی مختلف کلاسوں کے ذمہ ترتیب کے ساتھ لگا دیا جائے۔

⑩ مدارس میں حفظِ حدیث کا رجحان نہایت ہی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات، نصوص یاد نہ ہونے کے باعث، بعض نفس پرست اور متعصب حضرات، اہلِ علم کو دھوکہ دے جاتے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ہر کتاب میں سے قریباً پچاس اَحادیث منتخب کر کے طلبہ کو یاد کرائی جائیں۔ اس سے بوقتِ ضرورت تخریج احادیث میں بھی مدد ملے گی، شرحِ صدر کی دولت بھی نصیب ہوگی اور دَرس و بیان بھی مدلل ہوں گے۔ اس کیلئے ابتدائی تین سالوں میں پیریڈ مقرر کیا جائے یا تربیت کے ذمہ دار اُستاد طلبہ کو یہ احادیث یاد کرائیں اور ہر طالبعلم اسمبلی میں اور ہر نماز کے بعد ایک حدیث سنائے۔

⑪ مدارس میں اوقاتِ کار کا مسئلہ بھی نہایت اہم ہے۔ اگر تدریسی دورانیہ نمازِ ظہر تک ہو اور ہر پیریڈ ۴۵ر منٹ پر مشتمل ہو تو بہتر ہے، نیز ہر پیریڈ کے درمیان پانچ منٹ کا وقفہ ہونا چاہئے، کیونکہ ماہرین نفسیات کے مطابق انسانی دِماغ مسلسل ۴۵ر منٹ تک اخذ و اکتساب کا عمل جاری رکھ سکتا ہے اور پانچ منٹ کے وقفہ سے یہ دوبارہ تازہ دَم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خیال رکھا جائے کہ پیریڈز کی ترتیب میں خشک اور مشکل مضامین بعد میں اور دلچسپ اور آسان کتابیں ابتدا میں رکھی جائیں۔ نصاب کی تشکیل اور اوقات کی تقسیم میں موسمی تغیرات بھی پیشِ نظر رکھے جائیں یعنی موسمِ گرما اور موسمِ سرما کیلئے اوقاتِ کار کی الگ الگ منصوبہ بندی ہونی چاہئے۔

⑫ دار المطالعہ کسی بھی درسگاہ کے تعلیمی عمل میں عضوِ لازم کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا مدارس میں دار المطالعہ کا وجود ناگزیر

ہے۔ عام طور پر لائبریری میں کتب کے فقط نادر و نایاب نسخے میسر ہوتے ہیں جن سے کوئی محقق تو مستفید ہو پاتا ہے مگر یہ مبتدی طالب علم کیلئے چنداں مفید نہیں۔ یہی وجہ ہے لائبریری سنسان پڑی رہتی اور کتابوں پر گرد اُٹی ہوتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ دلچسپ موضوعات پر مشتمل علمی کتابیں لائبریری میں فراہم کی جائیں۔ ہر سال نئی کتابیں خریدی جائیں اور اخبارات و رسائل کی دستیابی کو یقینی بنایا جائے، نیز مشتبہ فکر کے اخبار و افراد کی نشاندہی کی جائے تاکہ مبتدی طلبہ اُن سے ہوشیار رہیں۔

⑬ مدارس میں تہذیبِ نفس اور تربیتِ فرد کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ تعلیم، تربیت کی بنیاد تو بنتی ہے، لیکن بذاتِ خود تربیت نہیں ہوتی، مطلب یہ کہ تعلیم کتاب اور تزکیۂ نفس دو الگ الگ شعبے ہیں، لہٰذا بہتر ہوگا اگر ہر استاد ہفتہ میں ایک پیریڈ تزکیہ و احتساب کیلئے وقف کردے اور انتظامیہ پندرہ روزہ درسِ تذکیر کا اہتمام کرائے جس میں معروف علمائے کرام کو مدعو کیا جائے۔ علاوہ ازیں تبلیغِ دین کے اہم مشن سے وابستہ رکھنے کیلئے طلبہ کو وقتاً فوقتاً اہداف و مقاصد کی یاد دہانی کراتے رہنا چاہئے۔ راقم کے خیال میں محاسبۂ نفس کیلئے صبح و شام کے اذکار، نمازِ تہجد، نمازِ اشراق و چاشت اور نمازِ فجر کے بعد اجتماعی سطح پر پندرہ منٹ تلاوتِ کلامِ پاک مفید رہے گی۔

⑭ مدارس میں طلبہ کی حاضری بھی ایک مسئلہ ہے جس میں طلبہ غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس صورتحال پر قابو پانے کیلئے کبھی بدنی سزا مقرر کی جاتی ہے تو کبھی مالی جرمانہ عائد کیا جاتا ہے، لیکن مشاہدہ گواہ ہے کہ اس سے کوئی قابلِ ذکر مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا کیونکہ یہ سراسر طلبہ پر جبر و اِکراہ ہے۔ آپ تعلیم میں وہ کشش پیدا کریں کہ طلبہ اس کی ضرورت محسوس کریں اور اپنے اختیار سے شوق کے ساتھ کلاس میں حاضر ہوں۔ اسباق میں طلبہ کی عدمِ حضوری کی بنیادی وجہ، انہیں سبق میں کسی نئی علمی چیز کا نہ ملنا ہے، کیونکہ نصابی کتب مکررات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کے دو طریقے ہیں کہ نصابِ تعلیم میں ترمیم کی جائے تاکہ پڑھنے کو نئی چیزیں ہوں یا طریقۂ تدریس میں تبدیلی کی جائے تاکہ پڑھے ہوئے کو زیادہ سے زیادہ کارآمد بنایا جاسکے۔ اس صورتحال میں اُمید کی جاسکتی ہے کہ طلبہ کی حاضری اطمینان بخش ہوگی اور وہ قواعد و ضوابط کا احترام بھی کریں گے۔

⑮ نحو اور صرف اسلامی تعلیم میں معاونِ علوم کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا بنیادی مقصد عربی زبان و اَدب کے لکھنے، پڑھنے اور بولنے میں اِعراب اور لفظ کی غلطی سے محفوظ رہنا ہے۔ مدارس میں چند قواعد اور صیغہ جات کو زبانی یاد کر لینے کو علم کی معراج خیال کیا جاتا ہے۔ حفظِ صدر اگرچہ ایک مستحسن اَمر ہے لیکن عملی زندگی میں اس حفظ کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے، کیونکہ مدارس میں ذریعۂ تعلیم عربی نہ ہونے کی وجہ سے، عربی لکھنا اور عربی بولنا خوش خیالی اور پراگندۂ خوابی ہے۔ جہاں تک عربی پڑھنے کا تعلق ہے تو کوشش کی جانی چاہئے کہ نحو و صرف کو ابتدائی دو سال تک محدود کر دیا جائے، کیونکہ اس سے طلبہ میں عربی پڑھنے کی استعداد و صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مدارس میں ذریعۂ تعلیم عربی کر دیا جائے یا گرائمر کو اس قدر مقام نہ دیا جائے کہ آخری سال تک اس کو پڑھایا جاتا رہے اور مقصودِ اصلی فوت ہو کر رہ جائے۔

⑯ قرآنِ حکیم کو صحیح تلفظ اور درست لہجے کے ساتھ پڑھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ فضلائے مدارس کے بارے میں

عام تاثر یہ ہے کہ وہ قرآنِ حکیم کو عربی لب ولہجہ میں پڑھنے سے عاری ہوتے ہیں اور دوسری طرف قرائے کرام پڑھتے تو خوب ترتیل کے ساتھ ہیں لیکن روزمرہ کے اَحکام ومسائل سے یکسر ناآشنا ہوتے ہیں۔ لہٰذا کیا ہی بہتر ہو کہ عام مدارس میں بھی، درسِ نظامی کے نصاب میں ترمیم کر کے، کلیات القرآن الکریم کا اِجرا کیا جائے تاکہ عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کا تصور ختم کیا جاسکے۔ یاد رہے کہ اس مشترکہ تعلیم کا باقاعدہ آغاز پاکستان کے کئی ایک مدارس میں ہو چکا ہے، یہ مستحسن اقدام یقیناً ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

⑰ یہ دور میڈیا کا دَور ہے۔ الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا دونوں کو استعمال میں لاکر لادین فکر اور بے مذہب ثقافت پروان چڑھائی جارہی ہے لیکن مدارس کے لوگ جدید ذرائع ابلاغ کو بروئے کار نہیں لا رہے۔ ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اربابِ مدارس طلبہ کی سطح پر سہ ماہی مجلّات کا اجرا کریں، اس سے طلبہ کی قلمی خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوں گی اور وہ پرنٹ میڈیا کے شعبے میں ایک مفید اضافہ ہونگے۔ علاوہ اَزیں ہفتہ وار بزمِ ادب میں جاری قدیم تربیتِ مناظرہ کو جدید عصری اُسلوب کا رنگ دے کر مباحثہ اور مذاکرہ کی فضا پیدا کی جائے اور مسلکی وفقہی مسائل کی بجائے ملکی اور بین الاقوامی موضوعات زیر بحث لائے جائیں، اس اقدام سے الیکٹرانک میڈیا طلبہ کو اپیل کرے گا۔

⑱ مدارس میں کھانے کا نظام بھی درویشانہ اور فقیرانہ ہے جس سے طلبہ نہ صرف یہ کہ احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں بلکہ ان کی صحت پر بھی مضر اَثرات پڑتے ہیں حتیٰ کہ بسا اوقات ناقص غذائی انتظام کے باعث بعض طلبہ مستقل طور پر مہلک اَمراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر مدارس زیادہ طلبہ کیلئے بہتر کھانے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے تو طلبہ کی تعداد میں کمی کی جاسکتی ہے لیکن ماحول اور تعلیم کا معیار برقرار رہنا چاہئے۔ علاوہ اَزیں کھانا کھانے اور کھلانے کی طریقۂ کار میں بھی اِصلاح کی گنجائش موجود ہے، غرض یہ ہے کہ موسم کے مطابق سبزیاں، دالیں اور گوشت استعمال کرنے چاہئیں اور یہ بات تو معلوم ہے کہ صحت مند جسم میں صحت مند دِماغ ہوتا ہے۔ طالبانِ علم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی میں تکلف سے کام لینا چاہئے۔

⑲ مدارس میں تعلیمی نظام بہتر بنانے کیلئے ضروری ہے کہ پوزیشن ہولڈرز کو پرکشش انعامات دیئے جائیں اور اگر ممکن ہو تو امتحان میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کا ماہانہ وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔ اس سے طلبہ میں مقابلے کی فضا پیدا ہوگی اور وہ امتحانی ایام میں بالخصوص اور باقی دنوں میں بالعموم محنت سے پڑھیں گے۔ جب کوئی طالب علم اپنا آپ کھپائے اور اس کو کچھ دُنیوی پھل نہ ملے تو اس سے محنت کی اُمید رکھنا کارِ فضول ہے۔

یہ ہماری چند طالب علمانہ معروضات ہیں، ہمیں احساس ہے کہ مدارس کے نظام ونصاب میں اصلاح کی غرض سے تحریر کردہ، وسیع اور جامع تجاویز وآرا پر مبنی خاصا مواد منظر عام پر آچکا ہے، لیکن وہ ایک طویل المیعاد اور کثیر الجہت پروگرام ہے جو خواب وخیال اور خواہش وتمنا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ اگر مگر کی دولفظی ایک ایسی ترکیب ہے جس سے اُردو اَدب میں اضافہ تو ہوسکتا ہے، مدارس کی اصلاح بہرحال نہیں ہوسکتی، کیونکہ بیک قلم اس قدر وسیع پیمانے پر تبدیلی کے عمل کو مدارس کا ذہن ہرگز قبول نہیں کرے گا۔